منشی پریم چند

اسلامی تہذیب

درجہ ذیل مضمون جو اصل میں ۱۹۲۵ء میں لکھا گیا تھا افکار ملی (انڈیا) کے شکریہ کے ساتھ شائع کیا جارہا ہے۔ مضمون قابل دید ہے۔

ہندو اور مسلمان دونوں ایک ہزار برس سے ہندوستان میں رہتے ہیں۔ لیکن ابھی تک ایک دوسرے کو سمجھ نہیں سکے۔ ہندو کیلئے مسلمان ایک رہسیہ ہے، مسلمان کیلئے ہندو ایک معمہ، نہ ہندو کو اتنی فرصت ہے کہ اسلام کے نکات کی چھان بین کرے نہ مسلمان کے پاس اتنا وقت کہ ہندو مذہب کے سمندر میں غوطہ لگائے دونوں ایک دوسرے کے بارے میں بے بنیاد باتوں کا تصور کر کے سر پھوڑنے پر آمادہ رہتے ہیں۔ ہندو سمجھتا ہے کہ دنیا بھر کی برائیاں مسلمانوں میں بھری ہوئی ہیں، نہ ان میں رحم تھا نہ دین، نہ بھائی چارہ، نہ صبر۔ مسلمان سمجھتا ہے کہ ہندو پتھروں کو پوجنے والا، گردن میں دھاگا لٹکانے والا، ماتھا رنگنے والا اور دال بھات کھانے والا جانور ہے۔ دونوں ایک دوسرے کے سائے سے پرہیز کرتے ہیں۔ ان دونوں گٹوں میں جو بڑے بڑے علماء ہیں وہ اس تفریق میں سب سے آگے ہیں جیسے رنجش اور مخالفت ہی مذہب کا اولین مقصد ہو۔ ہم وقت ہندو مسلم بھائی چارے پر کچھ نہیں کہنا چاہتے۔ مولانا شوکت علی کے ساتھ ہمارا بھی یہ عقیدہ ہے کہ یہ حالات ہنگامی ہیں، وہ وقت دور نہیں ہے جب ہندو اور مسلمان دونوں اپنی غلطی پر پچھتائیں گے۔ اور اگر انسانیت اور شرافت سے متاثر ہو کر نہیں تو اپنی حفاظت کیلئے متحد ہونا ضروری سمجھیں گے۔ ہم اس وقت صرف یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ ہندوؤں کے مسلمانوں کی تہذیب کے متعلق جو خیالات ہیں وہ کہاں تک درست ہیں۔

پرانے زمانے میں کسی طبقے کے مذہبی عقائد اور فلاحی کام ہی اسکی تہذیب کے ضامن ہوتے ہوتے تھے اور خدمت اور قربانی تہذیب کا اہم جزو ہوا کرتے تھے چین، جاپان، ہندوستان، مصر کسی ملک کی قدیم تہذیب کو لیجئے آپ اسے مذہبی عقائد سے بھرپور پائیں گے۔ جب کہ اب بھی وہی معیار سب سے بلند ہیں۔ لیکن حالات نے تھوڑی سی تبدیلی کردی ہے یا یوں کہیئے کہ لوگوں کا رویہ بدل دیا ہے۔ انقلاب فرانس نے تہذیب کا جو معیار قائم کیا وہ انصاف، بھائی چارہ اور برابری ان تین ستون پر قائم ہے۔ ذرا غور سے دیکھئے تو جدید اور قدیم ماڈل میں کوئی خاص فرق نظر نہیں آئے گا۔ لیکن ہم نئی تہذیب کی جانچ کر رہے ہیں۔ اس لئے نئے پیمانوں کا استعمال کرنا ہی مناسب ہو گا۔

سب سے پہلے انصاف کو لیجئے۔ جہاں تک ہم جانتے ہیں کسی مذہب نے انصاف کو اتنا بلند مقام نہیں دیا جتنا اسلام نے۔ عیسائی مذہب میں رحم کو بہت اہمیت دی گئی ہے۔ رحم میں چھوٹے

بڑے کا، اونچ نیچ کا، کمزور، طاقتور کا احساس چھپا رہتا ہے۔ لیکن جہاں انصاف ہو گا یہ تفریق ہو ہی نہیں سکتی، اور وہاں رحم کے کوئی معنی ہی نہیں رہ جاتے۔ کم از کم انسانوں کیلئے نہیں دوسری مخلوقات ہی پر اس کا استعمال ہوسکتا ہے۔ ہندومذہب اہنسا کی بنیادوں پر قائم ہے۔ اور تہہ تک جائیے تو انصاف اور اہنسا ایک ہی شے کے دونام ہیں۔ اہنسا کے بغیر انصاف کا اور انصاف کے بغیر اہنسا کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔ ہم یہ مانتے ہیں کہ مسلمانوں نے بڑی بڑی ناانصافیاں کی ہیں۔ مذہب کے نام پر انصاف کو پیروں سے خوب کچلا ہے لیکن کیا ہندؤوں نے اہنساوادی ہوتے ہوئے تشدد کے جھنڈے نہیں گاڑدیئے؟ یہاں تک کہ بودھ اور جین راجاؤں نے اہنسا کو دھرم کا اولین جزمانتے ہوئے دھرم کے نام پر خون کی ندیاں بہادیں۔ کسی مذہب کی خصوصیات محض اس مذہب کے کسی پیرو کے کاموں سے نہیں جانچنی چاہئیں۔ یہ دیکھنا چاہیئے کہ مذہب کی تعلیمات کیا ہیں۔ حضرت محمد نے اپنے قاصدوں کو اسلام کی تبلیغ کیلئے مختلف ممالک میں بھیجتے ہوئے یہ فرمایا تھا کہ جب تم سے لوگ پوچھیں کہ جنت کی کنجی کیا ہے تو کہنا کہ وہ پروردگار کی عبادت اور نیک کام میں ہے۔ عرفات کے پہاڑ پر حضرت کی زبان سے جس خطبے کی بارش ہوئی تھی وہ تا قیامت اسلامی زندگی کیلئے اکسیر کا کام کرتا رہے گا۔ اور اس خطبے کا بنیادی نقطہ کیا تھا؟ انصاف، اس کے ایک ایک لفظ سے انصاف کی آواز بلند ہو رہی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔۔۔ "اے مومنو! میری باتیں سنو، اور اسے سمجھو تمھیں معلوم ہو کہ سب مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ تمہارا ایک ہی خاندان ہے۔ ایک بھائی کی چیز دوسرے بھائی پر تب تک حلال نہیں ہوسکتی، جب تک وہ خوشی سے نہ دیدی جائے۔ ناانصافی کبھی نہ کرو، اس سے ہمیشہ بچتے رہو۔"

اس لافانی آواز میں اسلام کی روح چھپی ہوئی ہے۔ اسلام کی بنیاد انصاف پر رکھی گئی ہے۔ وہاں سخی اور سوالی، امیر اور غریب، بادشاہ اور فقیر کیلئے صرف ایک ہی قانون ہے۔ کسی کے ساتھ رعایت نہیں کسی کی طرفداری نہیں۔ ایسی سینکڑوں روایتیں پیش کی جاسکتی ہیں جب بیکسوں نے بڑے بڑے طاقتور عہدیداران کے مقابلے میں انصاف کے بل پر فتح پائی ہے۔ ایسی مثالوں کی بھی کمی نہیں جہاں بادشاہوں نے اپنے شہزادوں، اپنی بیگمات، یہاں تک کہ خود اپنے آپ کو انصاف کے آگے قربان کردیا ہے۔ دنیا کی کسی مہذب سے مہذب سوسائٹی کے اصول عدل کا اسلام کے اصول عدل سے مقابلہ کیجئے۔ آپ اسلام کا پلڑا بھاری پائیں گے زوال پذیر ہونے پر سبھی قوموں کے اصول بے معنی ہوجاتے ہیں۔ اس میں ہندو مسلم عیسائی کسی کی قید نہیں۔ آج ہم مسلمانوں کو تعصب سے بھرا ہوا پاتے ہیں لیکن جس زمانے میں اسلام کا جھنڈا کٹک سے لیکر ڈینش تک اور ترکستان سے لیکر اسپین تک لہراتا تھا۔ مسلمان بادشاہوں کی مذہبی فراخدلی تاریخ میں اپنی مثال نہیں رکھتی تھی۔ بڑے سے بڑے عہدوں پر غیر مسلموں کو معمور کرنا تو معمولی سی بات تھی اس دور کی یونیورسٹیوں کے شیخ الجامعہ تک عیسائی اور یہودی ہوا کرتے تھے۔ اس عہدے کیلئے صرف لیاقت اور تعلیم ومطالعہ کی شرط تھی، مذہب سے کوئی تعلق نہ تھا سبھی یونیورسٹیوں کے دروازوں پر یہ لفظ کھدے ہوئے تھے۔ "زمین کی بنیاد صرف چار

چیزوں پر ہے ۔ دانشوروں کی ذہانت، متقیوں کی عبادت، جانبازوں کی فتوحات اور طاقتوروں کی انصاف پسندی ۔"

اب تہذیب کے دوسرے حصے کو لیجئے بلاشک وشبہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس معاملے میں اسلام نے باقی تمام تہذیبوں کو بہت پیچھے چھوڑ دیا ہے ۔ وہ اصول جن کا سہرا اب کارل مارکس اور روسو کے سر باندھا جارہا ہے ۔ حقیقت میں عرب کے ریگستان سے باہر آئے تھے ۔ اور پہلی بار یہ بات کہنا والا عرب وہ امی تھا جس کا نام محمد ہے، محمد کے سوا پورے عالم میں اور کون مذہبی رہنما ہوا ہے ۔ جس نے خدا کے سوا کسی انسان کے سامنے سر جھکانے کو گناہ ٹھہرایا ہو؟ محمد کے سمجھائے ہوئے معاشرے میں بادشاہ کا مقام ہی نہیں تھا ۔ انتظامیہ کا کام کرنے کیلئے صرف ایک خلیفہ مقرر کردیا گیا تھا، جسے قوم کے کچھ مخصوص لوگ چن لیں ۔ اس قانون سے انہوں نے اپنے آپ کو بھی

آزاد نہیں کیا اور دلی خواہش کے باوجود اپنے چچیرے بھائی اور داماد حضرت علی کو خلیفہ نہیں بنایا ۔ حالانکہ ان کا مقام وہ تھا کہ ان کے صرف ایک اشارے پر حضرت علی کو خلیفہ چن لیا جاتا ۔ اور اس چنے ہوئے خلیفہ کیلئے کوئی وظیفہ، کوئی تنخواہ کوئی جاگیر، کوئی رعایت نہ تھی ۔ یہ صرف ایک اعزازی عہدہ تھا، اپنے گزارے کیلئے خلیفہ کو بھی دوسروں کی طرح محنت مزدوری کرنی پڑتی تھی ۔ ایسے ایسے عظیم شخص جو ایک بڑی سلطنت کی رہنمائی کرتے تھے جن کے سامنے بڑے بڑے بادشاہ ادب سے سر جھکاتے تھے، جن کے اشارے پر بادشاہتیں بنتی بگڑتی تھیں، وہ جوتے سی کر یا قلمی کتابیں نقل کرکے یا بچوں کو پڑھا کر اپنا روزگار پیدا کرتے تھے، حضرت محمد نے کبھی پیشوائی کا دعویٰ نہیں کیا، خزانے میں ان کا حصہ بھی وہی تھا جو ایک معمولی سپاہی کا انہیں مہمانوں کے آجانے کی وجہ سے اکثر زحمت اٹھانی پڑتی تھی فاقے کرنے پڑجاتے تھے، گھر کی چیزیں بیچ ڈالنی پڑتی تھی، پر کیا مجال کہ اپنا حصہ بڑھانے کا خیال بھی دل میں آئے دوسری قوموں میں پیر (گرو استاد) کے چلن نے جتنی گڑبڑ کی ہے اس سے تاریخ سیاہ ہو گئی ہے ۔ عیسائی مذہب میں پادریوں کے سوا اور کسی کو انجیل پڑھنے کی آزادی نہ تھی ہندو سماج نے بھی شودروں کی تخلیق کرکے اپنے سر کلنک کا ٹیکہ لگالیا ۔ پر اسلام پر اس کا دھبہ تک نہیں غلامی کا چلن تو اس وقت پورے عالم میں تھا لیکن اسلام نے غلاموں کے ساتھ جس قدر اچھا سلوک کیا، اس پر اسے ناز ہوسکتا ہے ایسے غلاموں کی کمی نہیں ہے ۔ جو اپنے مالک کے بعد اس کے تخت پر بیٹھے اور اسکی بیٹی سے نکاح کیا، اور کس سماج نے چھوٹے طبقوں کے ساتھ یہ فراخدلی دکھائی ہے؟ ان طبقوں کے ساتھ اسلام نے جو سلوک کئے ہیں انہیں سامنے رکھا جائے تو دوسری قوموں کا سلوک وحشیانہ معلوم ہوتا ہے کس سماج میں عورتوں کا جائیداد پر اتنا حق مانا گیا ہے جتنا کہ اسلام میں؟ یوں عقل اور دولت کا ٹکراؤ ہمیشہ رہا ہے اور ہمیشہ رہے گا لیکن اسلام نے سماج کے کسی طبقے کے پیروں میں بیڑی نہیں ڈالی وہاں ہر شخص سماج میں اتنی ترقی کرسکتا ہے جتنی کا وہ حقدار ہو ۔ اس کے راستے میں کوئی رکاوٹ، کوئی روڑا نہیں ہمارے خیال میں وہی تہذیب سب سے بلند ہونے کا دعویٰ کرسکتی ہے

جو فرد کو زیادہ سے زیادہ ترقی کا موقع دے، اس لحاظ سے بھی اسلامی تہذیب کو کوئی کمتر نہیں ٹھہرا سکتا۔

اب تہذیب کا تیسرا پہلو لیجئے۔ یہاں بھی اسلام کسی دوسری قوم سے پیچھے نہیں ہے۔ حضرت محمد نے فرمایا ہے۔ "کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنے بھائی بندوں کیلئے وہی خواہش نہ رکھے جو وہ اپنے لئے رکھتا ہے" ایک دوسری جگہ آپ نے کہا ہے "جو شخص دوسروں کا بھلا نہیں کرتا خدا اس سے خوش نہیں ہوتا" ان کا قول سونے کے حروف میں لکھے جانے کے قابل ہے۔ "اللہ کی پوری کائنات اس کا کعبہ ہے اور وہی شخص اللہ کا پرستار ہے جو اس کے بندوں کے ساتھ نیکی کرتا ہے" کسی مومن نے ایک بار آپ سے پوچھا تھا۔ خدا کی بندگی کیسے کی جائے؟ آپ نے فرمایا۔ اگر تمہیں خدا کی بندگی کرنی ہے تو پہلے اس کے بندوں سے محبت کرو" ان تعلیمات سے یہ بات بخوبی ظاہر ہوتی ہے کہ اسلام کے رہنمانے بھائی چارے کی اہمیت کو دوسری قوموں کے مقابلے میں کم نہیں سمجھا۔

یہ تو تہذیب کے بنیادی نکات ہوئے اس کے علاوہ سیاسی طریقہ کار تعلیم پر زور، آزادی وخود مختاری سے عشق، فنون لطیفہ میں مہارت بے مثال عماتوں کی تعمیر، خوش لباسی وغیرہ پر اس تہذیب کا گہرا اثر ہے سود کی روایت نے دنیا میں جتنی گڑبڑی کی ہے۔ اور کر رہی ہے کسی سے چھپی نہیں۔ اسلام وہ اکیلا مذہب ہے جس نے سود کو حرام ٹھہرایا۔ یہ دوسری بات ہے کہ کاروباری نگاہ سے اس پر پوری طرح پابندی نہیں لگ پائی لیکن سماجی نظریے سے کوئی بھی اس روایت کی تائید نہیں کرتا، علم کے فروغ میں تو شاید بہت کم قومیں مسلمانوں کی برابری کا دعویٰ کر سکتی ہیں۔ ہندوستان سے آیورویدا، حساب نجوم اور منطق، یونان سے فلسفہ اور جمہوری نظام غرض جہاں سے جو بیش قیمت نظریہ ملا، اسلام نے دونوں ہاتھ پھیلا کر اسے اپنایا اور اسے اپنی تہذیب کا حصہ بنالیا، ان کی بنائی ہوئی عمارتیں اب تک ان کے معماروں کا نام روشن کر رہی ہیں۔ آزادی اور خود مختاری کی ایسی لگن بھی شاید ہی اور کہیں دیکھنے میں آئے۔ آج کون سا ایسا حساس انسان ہے جو مٹھی بھر لوگوں کو یورپ کی دو بڑی طاقتوں سے جوجھتے دیکھ کر فخر سے پھول نہ اٹھے؟ دمشق میں، شام میں، ترکی میں، مصر میں، جہاں دیکھئے مسلمان آزادی کے نام پر اپنے کو قربان کر رہے ہیں۔ افغانستان صرف آزادی پر مرمٹنے کیلئے تیار ہونے کی وجہ سے آج آزاد ہے۔ ہم تو یہاں تک کہنے کو تیار ہیں کہ اسلام میں عوام کو اپنی طرف راغب کرنے کی جتنی طاقت ہے اتنی اور کسی تہذیب میں نہیں ہے۔ جب نماز پڑھتے وقت ایک مہتر اپنے کو شہر کے بڑے سے بڑے رئیس کے ساتھ ایک ہی قطار میں کھڑا پاتا ہے تو کیا اس کے دل میں خوشی کی ترنگیں نہیں اٹھنے لگتی ہوں گی۔ اس کے برخلاف ہندو سماج نے جن لوگوں کو نیچ بنادیا ہے ان کو کنوئیں کی جگت پر بھی نہیں چڑھنے دیتا۔ انہیں مندروں میں گھسنے نہیں دیتا یہ اپنے سے ملانے کے نہیں اپنے سے الگ کرنے کے طریقے ہیں۔ مذہب اسلام اور اسلامی تہذیب کو دنیا میں جو کامیابی ملی ہے وہ تلوار کے

زور سے نہیں۔ اسی بھائی چارے کی وجہ سے ملی ہے۔ آج بھی افریقہ میں عیسائیت کے مقابلے میں اسلام کی تبلیغ زیادہ ہو رہی ہے۔ حالانکہ عیسائیوں کے پاس للچانے کے سامان زیادہ ہیں۔ اور یہاں صرف نام اللہ کا ہے۔

آخر میں ہم تنظیم اور انجمن کے مہربانوں سے یہ گذارش کرنا چاہتے ہیں کہ ان تقریبات سے اب ہم دونوں قوموں کے بیچ میں ایک لوہے کی دیوار کھڑی کر رہے ہیں۔ اگر آپ بنا مسلمانوں سے بگاڑ کئے ہوئے اپنی قوم کو منظم کر سکتے ہیں، بیواؤں کا، یتیموں کا، اچھوتوں کا بھلا کر سکتے ہیں۔ تو شوق سے کیجئے۔ مسلمانوں کی تنظیم میں بھی کوئی برائی نہیں ہے، اگر وہ بنا ہندوؤں سے بگاڑ کئے ہوئے کی جا سکے۔ لیکن اب تک ہمیں جو تجربہ ہوا ہے وہ صاف بتا رہا ہے کہ آپسی اور اندرونی تنظیم صرف تخیل کی جنت ہے۔ اندرونی تنظیم کیلئے ریاضت پیار، اور چاہت کی اسپرٹ درکار ہے جس سے ہم دور ہیں۔ اندر جو لاکھوں برائیاں ہیں وہ ویسی کی ویسی بنی ہوئی ہیں۔ ان میں ذرہ برابر بھی بہتری نہیں آپاتی اور دونوں قوموں میں من مٹاؤ دن بدن بڑھتا جاتا ہے۔ کم از کم اتنا تو ثابت ہو ہی گیا ہے کہ جس رفتار سے ہندو مسلم مخالفت بڑھ رہی ہے اس رفتار سے ہندوؤں کی اندرونی تنظیم نہیں بڑھ رہی ہے۔ نتیجہ یہی ہوگا کہ نہ ہم متحد ہوں گے نہ آزادی کی منزل کے راستے پر بڑھ پائیں گے اور ہمارے حالات دن بدن بدتر ہوتے چلے جائیں گے۔

تحفہ دلہن

سسرال جانے والی بیٹی کو نصیحت

تالیف۔ مولانا محمد حنیف عبدالمجید

پسند فرمودہ۔ مولانا محمد یوسف لدھیانوی

عورت پر بیوی ہونے کی حیثیت سے اسلامی ذمہ داریاں، صحابیات رضی اللہ عنہما اور نیک عورتوں کی عملی مثالیں، شوہر کی اطاعت، عزت، خدمت، اور شوہر سے محبت، نیک بیویوں کی صفات ہیں۔ میاں بیوی کے آپس کے جھگڑوں سے بچنے کی بہترین تدبیریں اور ساس نند، دیورانی، جیٹھانی، کی ناچاقیوں سے بچنے اور ہر گھر کی تمام پریشانیوں اور غموں سے نجات پانے کے بہترین نفسیاتی اصول، مفید ہدایات بزرگوں کی نصیحتوں پر مشتمل ایک اہم کتاب، دلہن ان ہدایات پر عمل کرے تو انشاء اللہ تعالیٰ ہر گھر جنت کا نمونہ بن سکتا ہے اور دین و دنیا میں کامیابی اور سرخروئی حاصل ہو سکتی ہے۔ اپنے قریبی بک سٹال یا ہم سے براہ راست طلب فرمائیں۔

زم زم پبلشرز نزد پاکستان چوک کراچی پوسٹ کوڈ 74200-
فون۔ 2625708۔ ڈاک سے منگوانے کا پتہ
صدیقی ٹرسٹ۔ المنظر اپارٹمنٹ لسبیلہ چوک کراچی